خلیفۂ اوّل بلا فصل

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے فضائل و مناقب قرآن کریم کی روشنی میں

پیشکش

ادارہ ضیاء مدینہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب

قرآن کریم کی روشنی میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ"

ترجمہ کنزالایمان: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے

فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھی اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔(سورۃالتوبہ،الآیۃ:40)

ہجرت کی رات سورل اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام "حزورہ" کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ "کعبہ اللہ "کو دیکھا اور فرمایا کہ اے شہر مکہ !تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا اور کسی جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی قرارداد ہو چکی تھی، وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار مکّہ ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خار دار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات غارِ ثور پہنچے۔ (مدارج النبوۃ، بحث "غارِ ثور" ج:2، ص:58)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا۔ مگر جاں نثار نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم کے خوابِ راحت میں خلل نہ پڑ جائے۔ مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرور

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر نثار ہو گئے۔ جس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم بیدار ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ پوچھا اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا ہوا؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم! مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے زخم پر اپنا لعابِ دہن لگا دیا، جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا اور زخم بھی اچھا ہو گیا۔ تین رات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غار میں رونق افروز رہے۔ کفارِ مکّہ نے آپ کی تلاش میں مکّہ کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر حفاظتِ خداوندی کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے یہ منظر دیکھ کر کفار آپس میں کہنے لگے کہ اگر اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالا تنتی، نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پا کر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ گھبرا گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ! اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا:"لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا " مت گھبراؤ، خدا ہمارے ساتھ ہے۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکینہ اتر پڑا کہ وہ بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو گئے اور چوتھے دن یکم ربیع الاول دوشنبہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار سے باہر تشریف لائے اور مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

"اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللہُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللہُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللہِ هِیَ الْعُلْیَا ط وَاللہُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ "

ترجمہ کنزالایمان:۔ اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔(سورۃ التوبہ، الآیۃ:40)

یہ آیت اور غارِ ثور کا واقعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور ان کی محبت و جاں نثاریِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا وہ نشانِ اعظم ہے جو قیامت تک آفتابِ عالم کی طرح درخشاں اور روشن رہے گا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ وہ فضل و شرف ہے جو نہ کسی کو ملا ہے نہ کسی کو ملے گا۔

اور کیوں نہ ہو کہ پروردگار نے انہیں اپنے رسول کے "یارِ غار" ہونے کی سندِ مستند قرآن میں دے دی ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتی ہے۔

مرتبہ حضرت صدیق کا ہو کس سے بیاں :: ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا۔

نیز یہ آیتِ مبارکہ کئی اعتبار سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

(1) اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابی ہونا خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، یہ شرف آپ کے علاوہ کسی اور صحابی کو عطا نہ ہوا۔

(2) مکّہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم کی خدمت میں مخلص صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی ایک پوری ایک جماعت موجود تھی اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے مقابلے میں نسبی طور پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے زیادہ قریب بھی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا شرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا، یہ تخصیص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم مرتبے اور بقیہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

(3) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں مقدس ہستیوں کے ساتھ تھا تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو یہ اس کے دوسروں سے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

(4) نیز اللہ تعالیٰ کا خصوصیت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سکینہ نازل فرمانا بھی ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

(5) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا ثانی فرمایا یعنی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے بعد جس کا سب سے پہلا نمبر ہے ۔اس کے علاوہ اور بھی کئی مقامات پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا ثانی (یعنی دوسرے نمبر پر)ہونے کا شرف پایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے پہلو میں تدفین کی وجہ سے قیامت تک ثانِیّت سے مشرف ہیں۔

(6) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر و حضر میں رسولِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہتے ، شدید خوف اور انتہائی خطرناک صورتِ حال کے باوجود بھی تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا قرب نہ چھوڑا بلکہ صبر واِستقامت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی خدمت میں مصروف رہے۔ یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

سچے عشقِ رسول کی دلیل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمنا:

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا "میری تمنا ہے کہ کاش! میرے سارے اعمال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دنوں میں سے ایک دن اور راتوں میں سے ایک رات کے عمل کے برابر ہوتے۔ ان کی رات تو وہ کہ جس میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ساتھ غار کی طرف سفر کیا اور جب وہ دونوں غار تک پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی قسم! آپ سے پہلے میں غار میں جاؤں گا تاکہ اس میں کوئی تکلیف دِہ چیز ہو تو اس کی اَذِیَّت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بجائے مجھے پہنچے۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار میں داخل ہوئے تو آپ

نے اس میں سوراخ دیکھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی چادر کے ٹکڑے کر کے ان سوراخوں کو بند کیا، دو سوراخ باقی رہ گئے تو وہاں اپنے پاؤں رکھ دیئے، اس کے بعد تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اب تشریف لے آیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم غار میں تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں سرِ انور رکھ دیا اور آرام فرمانے لگے۔ اتنے میں سوراخ سے کسی چیز نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر ڈس لیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خوف سے حرکت نہ کی کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے بیدار نہ ہو جائیں لیکن تکلیف کی شدت سے نکلنے والے چند آنسو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے رُوئے اقدس پر گر گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے ابو بکر! کیا ہوا؟ عرض کی! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم پہ

فدا ہوں، مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ سرکارِ دو عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن اس جگہ پر لگا دیا تو اسی وقت ساری تکلیف ختم ہو گئی، بعد میں یہی ڈنگ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا سبب بنا۔ اور ان کا دن وہ کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد عرب کے چند قبیلے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا "اگر انہوں نے زکوٰۃ کے مال کی ایک رسی بھی روکی تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کی "اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ اُلفت اور نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا اور اب دین مکمل ہو گیا ہے کیا وہ دین میں کمی کریں گے؟ حالانکہ میں ابھی زندہ ہوں۔

(تفسیرِ خازن، سورۃ التوبہ، تحت الآیۃ:40)

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں:

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے

اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے

اور شاعرِ مشرق ، قلندری لاہوری ،علامہ اقبار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مَن ُ شَبے صِدّیق رادیدم بخواب: گل زِخاکِ راہِ اُوچیدم بخواب

آں اَمَنُّ النَّاس بر مولائے ما: آں کلیمے اوّلِ سینائے ما

ہمت اُوکشتِ ملّت راچو ابر: ثانیِ اسلام وغار وبدر و قبر

گفتمش اے خاصّہٴ خاصانِ عشق: عشقِ توسرّے مَطلِعِ دیوانِ عشق

پختہ از دستت اساسِ کارِما: چارہ فرمائے آزارِما

حضور سید المرسلین ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تخلیق ایک مٹی سے ہوئی:

باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ کنز الایمان: "مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَ مِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى "(سورۂ طٰہٰ، الآیۃ:55)

ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔

سورۂ طٰہٰ اس آیت کی رو سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تخلیق جس مٹی سے ہوئی، وہ ایک ہی ہے: چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سوّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے باپ نے ایک دن مجھے یہ واقعہ بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا گزر ایک مکان پر

ہوا جہاں ایک قبر کھودی جارہی تھی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے پوچھا: یہ کس کی قبر ہے، لوگوں نے بتایا: فلاں حبشی کی قبر ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: واہ سبحان اللہ! زمین سے آسمان تک اس مٹی کے آثار ہیں جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا۔

تو میرے والد نے کہا: اے سوّار! میں تو سمجھتا ہوں حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی اس سے بڑھ کر کوئی فضیلت ہو ہی نہیں سکتی کہ ان دونوں کی تخلیق اس مٹی سے ہوئی جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو پیدا کیا گیا تھا۔(فضائل الصحابہ لامام احمد بن حنبل، الحدیث:528)

فضیلت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ

الْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ "(سورۃ النور، الآیۃ:22)

ترجمہ کنزالایمان: اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت والوں اور مسکینوں اور اللّٰہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللّٰہ تمہاری بخشش کرے اور اللّٰہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں جو دین میں فضیلت اور منزلت والے ہیں اور مال و ثروت میں گنجائش والے ہیں یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتے داروں، مسکینوں اور اللّٰہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو اپنے مال سے نہ دیں گے اور ان فضیلت والوں کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللّٰہ تعالیٰ تمہاری بخشش فرمادے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

شانِ نزول:

یہ آیت حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ حضرت مِسطَح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کریں گے۔ حضرت مِسطَح رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خالہ کے بیٹے تھے، نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اُن کا خرچ اُٹھاتے تھے مگر چونکہ اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے مُوافَقت کی تھی اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قسم کھائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جب یہ آیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کرے اور میں حضرت مِسطَح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ

کروں گا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو جاری فرمادیا

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، الحدیث:4141)

مذکوہ آیت سے معلوم ہونے والے مسائل:

(1)جو شخص کوئی کام نہ کرنے کی قسم کھائے پھر معلوم ہو کہ اس کا کرنا ہی بہتر ہے تو اسے چاہیے کہ اس کام کو کرلے، لیکن یہ یاد رہے کہ اسے قسم کا کَفَّارَہ دینا ہو گا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:"مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ، فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا، فَلْيَأْتِهَا، وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ"''جو شخص قسم کھائے اور دوسری چیز اُس سے بہتر پائے تو قسم کا کَفّارہ دیدے اور وہ کام کرلے۔

(صحیح المسلم، کتاب الایمان والنذور، باب ندب من حلف یمیناً فرأی غیرہا خیراً منہا۔۔۔ الخ، الحدیث:12(1650)۔

(2)اس آیت سے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی اور اس سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلند شان

اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُولُوا الْفَضْلِ فرمایا۔

(3) رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم (اور دیگر انبیاء و رُسُل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔(روح البیان، النور، تحت الآیۃ:22)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انفاقِ مال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ "(سورۃ اللیل، الآیۃ:17/18)

ترجمہ کنز الایمان: اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔

ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اور سب سے بڑے پرہیز گار کو اس بھڑکتی آگ سے دور رکھا جائے گا اور سب سے بڑا پرہیز گار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال ریاکاری اور نمائش کے طور پر خرچ نہیں کرتا بلکہ اس لئے خرچ کرتا ہے تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں پاکیزگی ملے۔

امام علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”تمام مفسرین کے نزدیک اس آیت میں سب سے بڑے پرہیز گار سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (خازن، واللّیل، تحت الآیۃ:۱۹، ۴/ ۳۸۴)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند فضائل:

ان دو آیات سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے 6 فضائل معلوم ہوئے۔

(1) دنیا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو گا۔

(2) انہیں دوزخ سے بہت دور رکھا جائے گا۔

(3) دوزخ سے دور رکھے جانے میں ان کے لئے جنّتی ہونے کی بشارت ہے۔

(4) ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ

وسلم کی امت میں سب سے بڑے متقی اور پرہیز گار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(5) یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام صدقات وعطیات قبول ہیں۔

(6) نیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہر صدقے میں اعلیٰ درجے کا اخلاص ہے جس کی گواہی خود رب تعالیٰ دے رہا ہے۔

اسی سورۃ کی آخری تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰىۚ ﴿۲۰﴾ وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾"

ترجمہ کنز الایمان: اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔(سورۃ اللیل، الآیۃ:19/21)

شانِ نزول:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال کو بہت

گراں قیمت پر خرید کر آزاد کیا تو کفّار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو گا جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ظاہر فرمادیا گیا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ ان پر حضرت بلال وغیرہ کا کوئی احسان ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت لوگوں کو ان کے اسلام کے سبب خرید کر آزاد کیا۔

(خزائن العرفان، سورۃ اللیل، تحت الایہ:19)

بھاری قیمت کے عوض حضرت بلال کو خرید کر آزاد فرمایا:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ امیہ بن خلف نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے بلال کے معاملہ میں اس وقت جب انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بلال کو فروخت کرے گا؟ کہا: ہاں میں اسے نسطاس حضرت ابو بکر

صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا غلام جو دس ہزار دینار اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک تھا کے بدلے بیچتا ہوں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے چاہا تھا کہ نسطاس اسلام لے آئے اور اس کا مال اسی کا رہے، تو وہ نہ مانا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو مبغوض جانا، پھر جب امیہ نے کہا: بلال کو میں آپ کے غلام کے بدلے دیتا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو امیہ کے ہاتھ بیچ دیا، تو مشرکین بولے، ابو بکر (رضی اللہ تعالی عنہ) نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ بلال رضی اللہ تعالی عنہ کا ان پر کوئی احسان ہے، تو اللہ تعالی نے یہ آیت اتاری "وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى "ترجمہ کنز الایمان: اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔

(معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الایۃ: 17/ 21)

سات غلاموں کو ان کے اسلام کے سبب خرید کر آزاد فرمایا:

امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "اسلام کی شرط پر ہجرت سے پہلے چھ غلامون کو آزاد کیا، انکے ساتویں بلال ہیں، عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالی عنہ جو جنگ بدو احد میں شریک ہوئے اور بئر معونہ کی جنگ میں قتل ہو کر شہید ہوئے، اور ام عمیس وزھرہ کی آنکھ جاتی رہی، جب انہیں ابو بکر (رضی اللہ تعالی عنہ) نے آزاد فرمایا، تو قریش بولے کہ انہیں لات وعزی نے اندھا کیا ہے، تو آپ بولیں: قریش، کعبہ کی قسم جھوٹے ہیں لات وعزی نہ ضرر دے سکیں نہ فائدہ پہنچا سکیں۔ تو اللہ نے انہیں ان کی بینائی پھیر دی۔ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی کو آزاد کیا اور یہ دونوں بنی عبد الدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں، تو حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ ان کے پاس سے گزرے اور ان کی آقا عورت نے انہیں بھیجا تھا کہ اس کا آٹا پیسیں اور وہ عورت کہتی تھی کہ خدا کی قسم! تمہیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔ تو

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: اے امِ فلان! ہر گز نہیں۔ وہ بولی: ہر گز نہیں، آپ نے ان دونوں کو بگاڑا ہے تو آپ آزاد کریں۔ صدیق نے فرمایا: تو کتنے دام پر بیچتی ہے؟ وہ بولی: اتنے اور رائے دام پر۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: میں نے ان دونوں کو لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر بنو مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے ہوا جب اس پر ظلم ہو رہا تھا تو اسے خرید کر آزاد کر دیا"۔

(معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الایۃ:17/ 21)

بارگاہ خداوندی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: وَ لَسَوْفَ یَرْضٰی "(سورۃ اللیل،الآیۃ:21)ترجمہ کنز الایمان: اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا، یعنی بیشک قریب ہے کہ وہ اس نعمت وکرم سے خوش

ہو جائے گا جو اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں عطا فرمائے گا۔

اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا مقام معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے ارشاد فرمایا:"وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى "(سورۃ الضحی، الآیۃ:5)

ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے لئے فرمایا:"وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى " طرزِ کلام دونوں مقبولوں سے یکساں ہے۔"سُبْحَانَ اللہ"۔

فتحِ مکّہ سے پہلے خرچ کرنے والے دوسروں کے برابر نہیں:

اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

"لَا یَسۡتَوِیۡ مِنۡکُمۡ مَّنۡ اَنۡفَقَ مِنۡ قَبۡلِ الۡفَتۡحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعۡظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیۡنَ اَنۡفَقُوۡا مِنۡۢ بَعۡدُ وَ قٰتَلُوۡا ؕ وَ کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ "(سورۃ الحدید، الآیۃ:10)

ترجمہ کنز الایمان: تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتحِ مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنّت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا! اے میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے صحابہ! فتحِ مکّہ سے پہلے جب کہ مسلمان کم اور کمزور تھے، اس وقت جنھوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ فضیلت میں دوسروں کے برابر نہیں اور وہ فتحِ مکہ کے بعد خرچ کرنے والوں اور لڑنے والوں سے درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں۔ اور وہ مہاجرین و انصار میں سے سابقین اوّلین ہیں جن کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ "لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا

مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ "اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو بھی اُن کے ایک مُد کے برابر نہ ہو، نہ نصف مُد کے۔(صحیح البخاری ، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، الحدیث: 3673)

اور فتح سے پہلے خرچ کرنے والوں سے بھی اور فتح کے بعد خرچ کرنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی چیز یعنی جنت کا وعدہ فرمالیا ہے البتہ جنت میں ان کے درجات میں فرق ہے کہ فتحِ مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں کا درجہ بعد میں خرچ کرنے والوں سے اعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔

شانِ نزول:

کلبی نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ پہلے شخص ہیں جو اسلام لائے اور پہلے وہ شخص جس نے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت کی۔(خزائن العرفان، سورۃ الحدید، تحت الآیۃ:10)

ایمان افروز واقعہ:

اس آیت کے تحت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کے بارے میں ایک انتہائی ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما فرماتے ہیں: ہم تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے اور ان کے پاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضر تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عباء (یعنی پاؤں تک لمبا کوٹ) پہنے ہوئے تھے اور اسے آگے سے باندھا ہوا تھا۔اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم یہ کیا بات ہے کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک ایسی عباء (یعنی پاؤں تک لمبا کوٹ) پہنے ہوئے ہیں جسے سامنے سے کانٹوں کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ

وسلم نے ارشاد فرمایا" اے جبریل! علیہ السلام، (ان کی یہ حالت اس لئے ہے کہ) انہوں نے اپنا سارا مال مجھ پر خرچ کر دیا تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی: آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سلام پیش کیجئے اور ان سے فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرمارہاہے کہ تم اپنے اس فقر پر مجھ سے راضی ہو یا ناراض۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے ابو بکر! رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جبریل علیہ السلام تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض۔ (یہ سن کر) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور عرض کرنے لگے: کیا میں اپنے رب تعالیٰ سے ناراض ہو سکتا ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

(حلیۃ الاولیاء، سفیان الثوری، الحدیث:9845)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق قرآن کریم میں:

خالقِ کائنات نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

"لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيۡرٌ وَّنَحۡنُ اَغۡنِيَآءُ ‌ۘ سَنَكۡتُبُ مَا قَالُوۡا وَقَتۡلَهُمُ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوۡلُ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ "(سورۃ آلِ عمران، الآیۃ:181)

بے شک اللہ نے سُنا جنھوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔

امام جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بَیۡتُ الۡمِدۡرَاس تشریف لے گئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا وہاں بہت سے یہودی فِنۡحَاص نامی یہودی کے ارد گرد جمع تھے، یہ شخص یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا، حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فِنحَاص سے فرمایا: اے فِنحَاص! تم پر افسوس ہے، تم اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کر لو، تم کو معلوم ہے کہ سیدنا حضرت محمد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کے رسول ہیں، وہ اللہ کے پاس سے وہ دین بر حق لے کر آئے ہیں جس کو تم تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہو، فِنحُاص نے کہا: اے ابو بکر! بخدا! ہمیں اللہ کی کوئی حاجت نہیں ہے، بلکہ اللہ ہمارا محتاج ہے۔

ہمیں اس سے فریاد کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ وہ ہم سے فریاد کرتا ہے اور ہم اس سے مستغنی ہیں، اگر اللہ ہم سے مستغنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسا کہ تمہارے پیغمبر کہتے ہیں، وہ ہم کو ربا (سود) سے منع کرتا ہے اور خود ہم کو سود (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر زیادہ اجر) دیتا ہے، اگر اللہ غنی ہوتا تو ہم کو سود نہ دیتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر غضب ناک ہو گئے اور فِنحُاص کے

منہ پر زور سے ایک تھپڑ مارا اور فرمایا: بخدا! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔

فِنخُاص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ سلم کے پاس گیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: تم نے اس کو تھپڑ کیوں مارا، حضرت ابو بکر نے بتایا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی اور کہا: اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، اس وجہ سے میں نے غضبناک ہو کر اس کو تھپڑ امارا۔

فِنخُاص نے اس کا انکار کیا اور کہا: میں نے یہ نہیں کہا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے فِنخُاص کے رد اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی: " لَقَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ

فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ "بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔(تفسیر طبری،الحدیث:8300)۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

" وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۴﴾ "

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں ان کے لئے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس نیکوں کا یہی صلہ ہے۔(سورۃ الزمر،الآیہ:33/34)

اس آیت میں صِدق سے کیا مراد ہے اور اسے لانے والے اور اس صِدق کی تصدیق کرنے والے سے کیا مراد ہے اس بارے میں مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں،ان میں سے 3 قول درج ذیل ہیں،

(1)حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

”صدق سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت ہے اور اسے لے کر تشریف لانے والے سے مراد رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ہی ہیں کہ اسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے مخلوق تک پہنچایا۔

(2)صدق سے مراد قرآنِ پاک ہے، اسے لانے والے جبریل امین علیہ السلام ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ہیں۔

(3)حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور مفسرین کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ سچ لے کر تشریف لانے والے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(تفسیرِ خازن، سورۃ الزّمر، تحت الآیۃ:33 ملتقطاً)